سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۱۰۱

اسلام کی ضرورت

از

جناب نجبۃ العلماء مولانا سید کاظم صاحب قبلہ نقوی دام ظلہ

نجف اشرف

قیمت ۳ر

امامیہ مشن پاکستان لاہور

کے سلسلہ اشاعت کی ایک اور پیشکش "اسلام کی ضرورت" آپ کے زیر نظر ہے جسے امامیہ مشن لکھنؤ نے امسال محرم پر پہلی بار شائع کیا تھا۔ اور جبکی افادیت کے پیش نظر ہم اسے پاکستان میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

سائنس کی موجودہ ترقیوں سے متاثر ہو کر دورِ حاضر میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ مذہب کی ضرورت زمانۂ قدیم میں تھی۔ آج اس کی ضرورت نہیں رہی۔ فاضل مصنف جناب مولانا سید کاظم نقوی مدظلہ العالی نے اس مختصر تحریر میں اپنی مسلمہ ذہنی اور قلمی توانائی کے ساتھ اس سوال کا مضبوط و مستحکم جواب اس خوبی سے تحریر فرمایا ہے کہ مذہب کی ضرورت تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں رہ جاتا۔

افرادِ ملت سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ خرید کر ان حلقوں میں تقسیم فرمائیں جن میں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ والسلام

آنریری جنرل سیکریٹری
امامیہ مشن پاکستان

لاہور جنوری ۱۹۶۱ء

بسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرّحیمِ

اسلام کی ضرورت

اہلِ مغرب کا خیال ہے کہ عصرِ حاضر کا انسان مذہب سے بے نیاز ہے۔ وہ دن بیت گئے، جب انسان دین کا محتاج تھا۔ انھوں نے حیاتِ انسانی کے سلسلہ وار تین دور قرار دیے ہیں دورِ جہالت و خرافات، دورِ مذہب و دیانت، دورِ علم و معرفت۔

مغرب مذہب دشمنی کی اس راہ پر اپنی طبعی رفتار سے نہیں گیا ہے اس کا باعث وہ عظیم کش مکش ہے جو علم و کلیسا کے درمیان یورپ میں کبھی ہو چکی ہے۔ اس تصادم نے انھیں ایک ہمہ گیر غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ ان کو اہلِ کلیسا کی تنگ نظری نے سرے سے مذہب کے نام سے بیزار بنا دیا۔ وہ سمجھے کہ دین انحطاط و پس ماندگی

خرافات و رجعت پسندی کا دوسرا نام ہے۔ یہ سیل اہلِ مغرب کی اکثریت کو اپنے ساتھ بہالے گئی۔ سارے ماحول پر تمام وکمال مادیت و الحاد کا رنگ چڑھ گیا۔

مذہب دشمنی کی اس وبا کا دائرہ کشادہ سے کشادہ تر ہوتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ مسلمان بھی کہنے لگے کہ ترقی و کامیابی کا خواب بلا مذہب سے جدا ہوئے شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا ہمیں مغرب کی طرح دین کو پسِ پشت ڈال کر آگے بڑھنا چاہیئے۔ اسلام ایک کہنہ و فرسودہ مذہب ہے۔ علم و سائنس کے موجودہ روشن زمانہ میں اسلام کی چنداں ضرورت نہیں ہے ہر شئے کی ایک معین عمر ہوتی ہے۔ اسلام اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا ہے۔ اسے حیاتِ انسانی کی تعمیر میں جتنا حصہ لینا تھا وہ لے چکا اب اسلام کی جگہ علم نے لے لی ہے اس کا دائرۂ ہدایت مذہب سے وسیع تر ہے۔

درحقیقت یہ آوازیں انھیں لوگوں کے دہن سے نکلتی ہیں جو اسلام کے اساسی مقاصد سے کامل واقف نہیں ہیں۔ انھوں نے اسلامی مطمحِ نظر کا دائرہ بہت تنگ اور مختصر فرض کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اسلام کو ان مفروضہ مقاصد میں جس حد تک کامیابی ہو سکتی تھی ہو چکی۔ مزید توقع فضول ہے۔

اسلام بت پرستی کا سدِ باب کر کے انسان کے سر کو خدائے یکتا کی بارگاہ میں جھکانا چاہتا تھا۔ اپنے مقصد میں اسے کامیابی حاصل ہو چکی۔ اس

کے آنے سے پہلے عرب متفرق باہم دست و گریباں قبائل میں منقسم تھے۔ اسلام نے الفت و برادری کے جذبات پیدا کر کے انھیں ایک قوم کی شکل دے دی۔ شراب نوشی، قمار بازی جنگ جوئی اور دختر کشی ان کا عام مشغلہ تھا۔ اسلام نے انھیں ان عادات سے روکا۔ کہیں کامیابی ہوئی کہیں نہیں ہوئی۔ اس کے معنی یہ ہیں اسلامی تحریک اپنے نقطۂ انتہا تک پہنچ چکی ہے۔ اس کے مختتم نتائج آنکھوں کے سامنے ہیں ضرورت ہے کہ اب ہم اپنے موجودہ مسائلِ زندگی کے حل میں تازہ علمی اصول و مبادی کو رہنما قرار دیں۔

آج کل کا ذہنی بہاؤ اسی سمت میں ہے۔ یہ خیالات صاف بتلا رہے ہیں کہ دنیا ابھی اسلام کے بنیادی مطمحِ نظر سے ناآشنا ہے۔ آیئے ہم اور آپ مل کر روحِ اسلامی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام نام ہے ہر اس اقتدارِ ارضی سے آزادی کا جو انسان کو راہِ خیر میں ترقی سے روکے۔ اسلام نام ہے ان ہوسناک انسان نما شیطانوں کے شکنجۂ اقتدار سے نجات کا جو نوعِ انسانی کو ڈرا دھمکا کر اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ وہ جن کے شاہانہ احکام حق و انصاف سے پوری ٹکر لیتے ہیں۔ وہ جو انسانوں کی عزتِ نفس، خودداری، آزادیٔ فکر، جان و مال پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اسلام ان باطل طاقتوں کے مقابل ذہنِ انسانی

میں خدائے مالک الملک کا تصور پیدا کرتا ہے۔ وہ انسان کو اس کی شخصیت کا شناسا بناتا ہے۔ کھلے لفظوں میں اس کا اعلان ہے کہ انسان پر خدا کے علاوہ کسی کو حکومت کا حق نہیں ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اسلام لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ فقط چوب و سنگ کے بنے ہوئے بتوں کی معبودیت کا انکار کرتا ہے نہیں اسے اللہ احد کے سوا کسی طاقت کے سامنے انسان کا جھکنا پسند نہیں ہے۔ اسلام خدا کی بارگاہ میں بھی سر جھکانے کی دعوت نہ دیتا اگر یہ انسان کی شرافت نفس کا ذاتی تقاضا نہ ہوتا۔

آج جبکہ مسلمان کو اپنے دام بندگی میں اسیر کرنے کے لیے ہر طرف سے ڈورے ڈالے جا رہے ہیں، آج جبکہ سارے اسلامی ممالک بیرونی طاقتوں کے رحم و کرم پر زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ آج جب کہ مسلمانوں کی ذاتی دولت ڈھونڈھ کر دولِ خارجیہ اپنے گھروں کو بھر رہے ہیں، آج جبکہ سرمایہ دار مزدوروں کا خون چوس کر اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

آج جبکہ استعمار کی جڑیں اکثر مسلمان ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں کیا اسلام کے اس اعلان کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان پیدائشی طور پر ہر اقتدار ارضی سے آزاد ہے؟

یہی وقت ہے کہ ہم وحدتِ اسلامی کے جھنڈے کے زیر سایہ خارجی طاقتوں کی کثافت سے اپنی زمین کو پاک کر دیں۔ ان کے

تقلید، ونحوست نتیجۂ اقتدار سے اپنی جان ومال، عزت وآبرو، عقیدۂ فکر کو چھڑالیں۔

یقیناً اس اقدام سے نہ صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ بلکہ سارے عالم کے واسطے امن وسلامتی کا یہ پیغام ہوگا۔ اس وقت تمام دنیا دو بڑے متخالف طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اشتراکیت و سرمایہ داری یہ دونوں برابر کی قوتیں ہیں جو ہمہ وقت باہم دست و گریباں ہیں۔ ان کے درمیان تصادم ورقابت اس کمزور طبقہ کی بدولت ہے جس پر ہر ایک اپنا اثر ونفوذ قائم کرنا چاہتا ہے اگر عالم اسلامی اپنا کھویا ہوا حقیقی استقلال واپس لے لے تو اس سے دہرا فائدہ ہوگا۔ ایک یہ کہ ان دونوں متخالف عنصروں کے لیے وجہ رقابت باقی نہ رہے گی۔ دوسرے یہ کہ کبھی تصادم کمزور و قوی کے درمیان نہیں ہوتا ہے دانش مند حریف مقابل میدان میں اسی وقت اترتے ہیں جب دونوں کی طاقت ایک دوسرے کے لگ بھگ ہو۔ یہ تیسرا طبقہ ان متصادم قوتوں کے توازن کو برابر نہیں ہونے دیگا۔ وہ جس کی طرف جھکے گا اسی کا پلہ گرانبار ہو جائیگا اسی طرح امن عالم برقرار رہے گا۔ اور نوع انسانی ہوس واقتدار کی آگ کا ایندھن نہ بن سکے گی۔

اسلام وہ حریت پسند مذہب ہے جو کسی بیرونی طاقت کا کیا ذکر انسان کو خود اس کی نفسانی خواہشوں کی غلامی میں بھی نہیں دینا چاہتا

اس کی سچی تمنا ہے کہ انسان جذبات ہوا و ہوس کے ساتھ خواہشِ ذلیت تک کی قید و بند سے آزاد ہو جائے اس کی نظر میں اس زندگانیٔ دنیا کی اپنی حریتِ ضمیر کے مقابل کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

باطل قوتیں انسان کا سر اپنے سامنے جھکانے کے لیے اس کے نفسانی خواہشات کو بھی آلۂ کار بناتی ہیں۔ زر، زن، زمین کی طمع دلا کر بھی ضمیر کی خریداری ہوتی ہے۔ حق سے منحرف کرتے ہیں جب تمام مسائل ناکارہ ثابت ہو جاتے ہیں تو آخر میں قتل کی دھمکی دی جاتی ہے۔ اسلام انسان کو ہمت دلاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ اس تہدید و تخویف کے مقابل سر افگندہ نہ ہونا چاہیے سر جاتا ہے تو جائے لیکن وہ باطل کے سامنے نہ جھکے۔ انسان کو حفاظتِ حق کی خاطر سر قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

قل ان کان اٰباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین (سورہ توبہ ۲۴)

"اے رسول مسلمانوں سے کہہ دو کہ اگر تمھیں اپنے آبا و اجداد، اپنے بچے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، اپنے اعزا، اپنی کمائی ہوئی دولتیں، اپنی تجارت جس کے ناکام ہونے سے تم ڈرتے ہو، اپنے پسندیدہ مکانات خدا، اس کے رسول، اور راہِ خدا میں جہاد سے زیادہ چہیتے ہیں تو امرِ الٰہی و موت کا

انتظار کرو۔ خداوندِ عالم فاسقوں کو منزلِ مقصود تک ہرگز نہیں پہنچائے گا۔"

بے شک نفسِ انسانی نگاہِ خالق میں چونکہ اپنی جگہ باقیمت ہے۔ لہٰذا اسے ضائع نہ ہونا چاہیئے۔ اپنے نفس اور اس مقصد کے درمیان توازن کی ضرورت ہے جو قربانی کا طالب ہے۔ موازنہ کے بعد اگرچہ پلۂ مقصد گرانبار نکلے تو انسان کا جان دے دینا حیاتِ جاوداں کا ضامن ہے۔

خواہشاتِ نفسانی سے آزادی کی حمایت میں اسلام کے پیشِ نظر دو فائدے ہیں۔ ایک یہی کہ انسان طاغوتی و جبروتی طاقتوں کا آلۂ کار نہیں بنے گا بلکہ وقت آنے پر ان کا پُرثبات مقابلہ کر سکے گا۔ دوسرے یہ کہ اسے نفس کی تابعداری سے چھٹکارا پاکر اپنی اور اپنی قوم کی ترقی کے لیے کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔

جذبات کے دریا میں غرقاب انسان کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ میں نسبتاً لذاتِ دنیا سے زیادہ لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ وہ نہیں جانتا کہ یہی ہوس رانی عنقریب بدبختی و محتاجی کا ایک ایسا طوق اس کو پہنا دے گی جس سے گلو خلاصی ممکن نہ ہوگی۔ خواہش و ہوس کی پیاس کبھی بجھتی نہیں ہے۔ اس میں برابر دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی رہتی ہے رفتہ رفتہ وہ وقت آجاتا ہے کہ انسان کے فکر و عمل کی ساری توانائیاں انھیں خواہشات کی شکم پُری میں صرف ہوتی ہیں وہ ایک بہیمانہ زندگی گزارتا ہے۔ اسے جامعۂ انسانی کے مسائل سے نہ کوئی دلچسپی رہ جاتی ہے اور نہ وہ کسی بارے میں کچھ کر سکتا ہے۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ عیش و عشرت کی دلدادہ قومیں انسانیت کی کبھی کوئی خدمت نہیں کر سکیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ترقی کے بجائے آخر میں انھیں اپنی آزادی تک سے دست بردار ہونا پڑا۔ روم۔ یونان۔ اور فارس کے اقبال وحشم کو کس نے لوٹا۔ گذشتہ جنگ عظیم میں بلند و بالا دعوے کرنے کے بعد فرانس کا کیا حشر ہوا۔ تاریخ دول و اقوام میں ایک دو نہیں سیکڑوں مثالیں ملیں گی۔ ہوا و ہوس کی بندگی کے بعد کوئی قوم پنپ نہیں سکی۔ یہی راز تھا کہ اسلام نے خواہشات نفسانی سے انسان کو آزادی دلانے میں پوری کوشش کی۔ اس کے لیے ایک راستہ یہ تھا کہ وہ زندگی کی تمام لذتوں پر قدغن کر کے انسان کو ان سے محروم کر دیتا ہے۔ اسلام نے اس راہ کو اختیار نہیں کیا۔ اس نے ہر شخص کو لذات حیات کی ایک معقول مقدار سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا "کھاؤ پیو مگر حد سے زیادہ نہ بڑھو" اس کے ساتھ مذہب نے ہدایت کر دی کہ تمہاری ذہنی و عملی ساری طاقتوں کو نوع انسانی کی فلاح و بہبود اور اعلاء کلمۂ حق میں صرف ہونا چاہیئے۔ فرد و جماعت کے حقوق میں توازن کا یہ وہ بلند نظریہ ہے جس کا تن تنہا مالک بس اسلام ہے۔

کیا انسان نفسانی خواہشوں کے شکنجہ سے اب نکل آیا ہے؟

کیا اسکی صلاحیت و توانائی کا بیشتر حصہ جامۂ بشریت کے سود و بہبود میں صرف ہونے لگا ہے؟

یقیناً ان سوالوں کا جواب نفی میں ملے گا۔ پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ

اسلام چودہ سو برس پہلے کے انسان کا دستورِ حیات ہے۔ موجودہ مشکلات زندگی کے حل میں ہمیں اس کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام کے غیر ضروری ہونے کا نعرہ بلند کرنے والوں نے یہ مانا ہے کہ وہ جہالت و خرافت کے دور کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس نے نوع انسانی کو جہالتوں اور خرافتوں سے نجات دی ہے انکی نوعیت مختلف تھی۔ بعض عوام کی تراشی ہوئی تھیں اور کچھ احبار و رہبان کے اختراع ذہنی تھیں۔ انسانیت کا سر اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے چوب و سنگ کے بے شعور بتوں کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اسلام نے بشریت کا سر بلند کر دیا۔ اس نے حقائق کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی۔ وہ منفرد دعوت جس میں عقل، مذہب اور علم و دین کے درمیان کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ اب نہ ایمان باللہ کے معنی خرافت و جہالت کے ہیں اور نہ حقائق علم کا ماننا کفر باللہ کے مرادف ہے اسلام نے پہلی مرتبہ یہ ذہن انسانی میں راسخ کیا کہ ہر وہ حقیقت جس کا انسان انکشاف کرے اللہ کی توفیق و امداد کا نتیجہ ہے۔ اس لیے وہ شکر و عبادت کا مستحق ہے۔ یہ سارا عالم اور اس کے پوشیدہ فوائد انسان کے فائدہ اٹھانے کے لیے خلق ہوئے ہیں۔

جہالت و خرافت غیر معقولیت و نامنطقیت کو کہتے ہیں۔ اس کا احاطہ بہت وسیع ہے۔ جس سے انسان اس وقت بھی باہر نہیں نکل سکا ہے۔ تقریباً نصف عالم ہندوستان، چین اور مختلف نقاط

ارض میں بت پرستی کا آج بھی شکار ہے ۔ اس کے علاوہ دنیا کا دوسرا نصف حصہ ایک دوسری خرافت میں مبتلا ہے۔ اس خرافت کا نام سائنس ہے ۔کوئی شبہ نہیں کہ سائنس علم ومعرفت کا زبردست ذریعہ ہے۔ اس نے نوع بشری کو ترقی وتمدن کی راہ میں بہت آگے بڑھایا ہے ۔ہم سائنس کے مخالف نہیں ہیں لیکن وسائل معرفت کو اسی میں محدود نہیں سمجھتے ۔ہم اس کو خدائے وحدہٗ لاشریک کا درجہ نہیں دے سکتے اہل مغرب نے بشریت کی فکری جولانیوں کو میدان حواس میں محدود بنا دیا ہے ۔جہاں بس علم تجربی کام کر سکتا ہے ۔یہ میدان اپنی جگہ بہت کشادہ سہی لیکن انسان کی نظری وعلمی صلاحیتوں کے لیے ناکافی ہے جب کہ انسان کی علمی قوت حواس کی چہار دیواری میں محدود نہیں ہے تو دنیا کو کیوں اصرار ہے کہ ہر چیز کو ہم علم تجربی ہی کے ذریعہ مانیں گے یہی اصرار نامعقولیت ہے جس کا دوسرا نام خرافت وجہالت ہے۔ دنیا کو ان خرافتوں سے آزاد ہونے کے لیے اسلام کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح عبودیت اصنام سے چھٹکارے کے واسطے تیرہ سو برس پہلے احتیاج تھی۔

حالیہ مسائل زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس کے لیے دین اسلام میں ہدایات نہ موجود ہوں ۔ اسلام محض عقیدۂ روحی، تہذیب اخلاقی اور دعوت فکری کا نام نہیں ہے ۔ وہ ایک مکمل قابل عمل دستور زندگی ہے۔ اس نے سیاسی، اقتصادی، معاشی، اجتماعی ہر میدان

میں نوع انسانی کی تشفی بخش رہنمائی کی ہے۔ وہ منفرد رہنمائی جس میں فرد و جماعت، علم و شریعت، عمل و عبادت، دنیا و آخرت باہم وابستہ و مرتبط ہیں۔ یہاں موقع نہیں ہے کہ ہم نظام اسلامی کے متعلق مفصل بحث کر سکیں۔ صرف چند اساسی حقائق و نکات کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ اسلام محض فکری و نظری مذہب نہیں ہے وہ ایک نظام عملی ہے جو انسانی ضروریات و نفسیات کا جائزہ لیکر مرتب کیا گیا ہے۔

۲۔ اسلام نے اس نظام زندگی کی تشکیل میں ہر نقطہ پر اعتدال انصاف اور توازن کا لحاظ کیا ہے۔ سب سے پہلے اس نے جسم و روح کے تقاضوں میں توازن قائم کیا ہے۔ دونوں کے واسطے حدود معین کر دیے۔ ان حدود میں ایک کو دوسرے کی مزاحمت کا حق نہیں ہے۔ اسلام انسان کو نہ حیوان کی طرح مادی اور مطلق العنان بنانا چاہتا ہے اور نہ فرشتوں کی طرح خالص روحانی مادیت سے الگ تھلگ رکھنا چاہتا ہے اس کا مقصد ہے کہ انسان کے قدم ایسے وسطی نقطہ پر ہوں کہ جسم و روح کے درمیان کوئی کش مکش نہ ہونے پائے۔

اس کے بعد اسلام نے فرد و جماعت کے مطالبات میں باہم توازن قائم کیا۔ ہر ایک کے حقوق مقرر کر دیے۔ نہ ایک فرد دوسرے فرد کے ساتھ زیادتی کر سکتا ہے نہ جماعت کو فرد کی حق تلفی کا موقع دیا جا سکتا ہے۔ نہ فرد جماعت اور اس کے مفاد پر مسلط ہو سکتا ہے نہ ایک طبقہ دوسرے طبقہ کے حقوق غصب کر سکتا ہے۔ نہ ایک قوم دوسری قوم پر

ظلم و تعدی کی مجاز ہے ۔ مذہب کا دستور اور اس کے تعزیرات ان سب کے
درمیان تصادم سے مانع ہیں ۔
انسان مختلف عناصر کا مجموعہ ہے وہ مادی و اقتصادی ضروریات
کے ساتھ خالص روحانی و انسانی مقتضیات بھی رکھتا ہے ۔ اس کے
لیے مفید ترین نظام حیات وہ ہوگا جو اسکی زندگی کے ہر پہلو کی ہمہ گیر و
جامع نگرانی کر سکے ۔
نظام اشتراکیت انسان کی صرف اقتصادی و مادی مشکلات کا حل
پیش کرنے کا دعویدار ہے ۔ اسکے پاس اسکی روحانی و انسانی پیاس بجھانے
کا کوئی سامان موجود نہیں ہے ۔ یوں ہی اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب
انسان کے خواہشات روح کی سیرابی کا اپنے ساتھ سامان رکھتے ہیں
مگر وہ ہمارے ہاتھوں میں کوئی ایسا مکمل دستور نہیں دیتے جس کو ہم اپنے
اقتصادی ، اجتماعی اور سیاسی مسائل میں رہنما بنا سکیں ۔
۳ ۔ اسلام کے نظام اجتماعی و اقتصادی کی انفرادی و استقلالی حیثیت
ہے ۔ دنیا کے موجودہ نظاموں میں کوئی تمام و کمال اس کے مطابق
نہیں ہے ۔ وہ سرمایہ داری و اشتراکیت سے جدا تیسرا نظام ہے ۔ یوں
سمجھنا چاہیے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کچھ اچھائیاں رکھتا ہے
اور کچھ برائیاں ۔ اسلام ان دونوں کے محاسن کا جامع ہے ۔
اسلام میں فرد کو اساسی حیثیت نہیں دی گئی ہے ۔ وہ یہ پسند نہیں
کرتا کہ فرد کے اوپر جماعت کے حقوق کو بھینٹ چڑھا دیا جائے

یوں ہی وہ مشرقی یورپ کی طرح جماعت کے مفاد پر فرد کو بھی قربان نہیں کر سکتا۔ وہاں فرد ہوا میں منتشر ایک حقیر ذرہ ہے۔ وہ جماعت سے اپنے حقوق کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں رکھتی ہے۔ یقیناً حریت فرد کی یہ حد بندی اسکی آزادی کو بحال رکھنے کی غرض سے کی گئی ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زر، زن، زمین اکثر و بیشتر مفاسد کی اصل اصیل ہے نوع انسانی کو ان خاروں سے بچانا ضروری ہے۔ اس کے لیے اس کے جذبۂ انسانیت کی حفاظت کرتے ہوئے کوئی تدبیر نکالنا چاہیئے۔ انسان کا جوہر امتیازی ہے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ برائیوں سے بچنا۔ بلاشبہ اشتراکیت اسکو سرمایہ داری کے مفاسد سے بچاتی ہے۔ لیکن انسان کی قوت اختیار کو چھین کر۔ بھلا بتائیے اس پر انسان کی خصوصیت کیا۔ اس طرح تو جانور کو بھی برائی سے روکا جا سکتا ہے۔

اس کے بالمقابل اسلام ایک فطری معتدل اور متوازن نظام ہے اس کو فرد و جماعت دونوں کے حقوق کا لحاظ ہے۔ وہ فرد کی محدود آزادی کا قائل ہے وہ اسکی قوت اختیار کو سلب نہیں کرتا ہے بیشک اس نے اپنے اقتدار اعلیٰ کے نمائندہ کو نگران بنا دیا ہے کہ وہ قانون عدالت اجتماعیہ کا نفاذ کرتے ہوئے فرد کو جماعت پر مسلط نہ ہونے دے اس کے نزدیک ہر شخص وہاں تک آزاد ہے کہ اس کی شخصی آزادی دوسروں کے حقوق میں خلل انداز نہ ہو۔ اس کی بابت تاریخ میں پیغمبر اسلامؐ کے ارشادات اور آپ کے فیصلے محفوظ ہیں۔ سمرۃ ابن جندب کا مملوک

درخت ایک مرد انصاری کے گھر میں تھا۔ سمرۃ بلا اجازت حاصل کیے اپنے درخت کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ انصاری نے سمرۃ سے کہا کہ آواز دیکر گھر میں داخل ہوا کرو۔ انھوں نے انکار کیا۔ بات جناب رسالتمآب تک پہنچی۔ آپ نے سمرۃ سے فرمایا کہ اجازت لے لیا کرو۔ انھوں نے قبول نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم اس درخت کو فروخت کر دو۔ سمرۃ راضی نہیں ہوئے۔ رسول نے یہ دیکھ کر سمرۃ سے فرمایا۔ ما اراک یا سمرۃ الا مضاراً۔ سمرۃ تم دوسرے کو ضرر پہنچا رہے ہو پھر آپ نے اس مرد انصاری کی طرف مخاطب ہو کر حکم دیا۔ "اذھب فاقلعھا وارم بھا وجھہ فانما لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ "جاؤ اس درخت کو اکھاڑ کر اس کے منہ پر پھینک دو کیونکہ اسلام کسی ضرر رسانی کو برداشت نہیں کرسکتا۔"

ایک دو نہیں نظام اسلامی میں بکثرت موارد ملتے ہیں۔ جہاں اس نے مفاد اجتماعی کو منفعت شخصی پر مقدم کیا ہے۔ اس نے ظلم کی مطلقاً اعانت کو حرام قرار دے دیا۔ خواہ انسان کو اس سے کیسا ہی عظیم شخصی فائدہ ہوتا ہو۔ اموات کی تغسیل وتکفین وتدفین پر اجرت لینے کی ممانعت کر دی۔ نماز میں اذان اطلاع عام کے لیے کہی جاتی ہے۔ شریعت نے اسکی اجرت کو ناجائز قرار دیا۔ قاضی دوسروں کے قضایا کا فیصلہ کرتا ہے اس کے لیے اس سلسلہ میں رشوت کا کیا ذکر اجرت تک لینا جائز نہیں۔ صاحبانِ اقتدار کے لیے کمزور عوام کے اموال پر قبضہ

کالینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اسلام ان کے دیئے ہوئے تحفہ، عطیہ اور انعام کا لینا حرام سمجھتا ہے۔

عام دستور ہے کہ جب کوئی چیز بازار میں نایاب ہونے لگتی ہے تو سوداگر اس کو ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ وہ انتظار کرتے ہیں کہ جب یہ بازار سے بالکل "مفقود ہو جائے گی تو قیمت بڑھا کر فروخت کریں گے" اصطلاحاً اس امر کو احتکار کہتے ہیں۔ اسلام کو یہ بے جا نفع اندوزی پسند نہیں ہے۔ وہ ان تاجروں کو بیچنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس کے لیے یہ ناقابلِ تحمل ہے کہ چند آدمیوں کے فائدہ کی خاطر پوری جماعت کو پریشانی میں دیکھے۔

نوعِ انسانی کو یہ ہدایات اسلام نے اس وقت کیے جب عدالتِ اجتماعیہ کا کوئی مفہوم ان کے ذہن میں نہ تھا۔ اس نے اس نظامِ اقتصادی کی تشکیل و تدوین اس وقت کی جب ان کے دماغ اس کے تصور سے بالکل سادہ تھے۔

انسان اپنے تمام علم و معرفت کے بعد عالم اجتماع و اقتصاد میں دو نظام پیش کر سکا ہے۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت اسلام اپنی جامعیت کی بدولت ان دونوں سے برتر ہے۔

کارل مارکس نے انسان کی بنیادی ضرورتوں کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے۔ غذا، جائے سکونت اور جنسی سیرابی کا انتظام اسی کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ یہ اسلام کے تیرہ سو برس

پہلے منشور عام پیغام کا ایک جز ہے۔ رسولِ اسلامؐ کا اعلان ہے۔ من کان لنا عاملا ولم یکن له زوجة فلیتخذ زوجة ولیس له مسکن فلیتخذ له مسکنا ولیس له خادم فلیتخذ له خادما و ولیس له دابة فلیتخذ له دابة۔

"جو شخص ہمارا کام کرے اور نا کتخدا ہو اس کی شادی ہونا چاہیئے۔ رہنے کے واسطے گھر نہ ہو تو اس کا انتظام ہونا چاہیئے۔ خادم اور سواری کی ضرورت ہو تو وہ مہیا کرنا چاہیئے"

یہ کھلا ہوا عام ارشاد ہے۔ اس میں حکومت کے وہ تمام ملازمین داخل ہیں جو مختلف شعبوں میں خدمات پر مامور ہوں۔ یہ ان عمال کو بھی شامل ہے جو حکومت اسلامی کی طرف سے قائم کردہ کارخانوں میں کام کریں۔ یہ اشتراکیت کا وہ رخ ہے جو نظامِ اسلامی کے موافق ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتوں میں دونوں کے درمیان شدید تصادم بھی ہے۔

نظامِ اسلامی کے یہ چند پہلو تھے جن کی بابت اجمالاً کچھ عرض کیا گیا۔ انصاف کیجیے کہ وہ مذہب جو حیاتِ بشری کے اس چوڑے چکلے میدان کا مکمل احاطہ کیے ہو، وہ مذہب جو نوع انسانی کے افکار و خیالات، اعمال و عبادات، اقتصادیات و اجتماعیات، سیاسیات و معاشیات کا جامع دستور العمل ہو، کیا اس سے دنیا کبھی بے نیاز ہو سکتی ہے؟

امامیہ مشن پاکستان

آج جبکہ امریکہ اور جنوبی افریقہ میں قومی عصبیت نے وحشیانہ شکل اختیار کر لی ہے اسلام کی شدید ضرورت ہے۔ وہ اسلام جس نے تیرہ سو برس پہلے کالے اور گورے، غلام اور مالک کے درمیان عملاً مساوات کی مثال قائم کر دی۔ مساوات کا کیا ذکر اس نے زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے اسامہ کو مہاجرین و انصار کی فوج کا سالار بنا دیا۔ رسولؐ نے فرمایا اسمعوا و اطیعوا ولو استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ ما اقام فیکم کتاب اللہ تبارکؐ و تعالیٰ۔

"آج جب کہ ہر طاقت و سلطنت کا مطمح نظر ملک گیری بنا ہوا ہے کمزور انسانیت کی نگاہیں اسلام کے چہرہ پر ہیں، وہ اسلام جس نے نفع اندوزی کی خاطر ملک گیری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ دیکھیے رسول اسلامؐ مکہ معظمہ میں عظیم فوج کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں۔ اہل مکہ کو اپنی سلطنت منوانے کے لیے نہیں بلکہ ان میں نشر و دعوت کی غرض سے دنیا کے استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی جب رسولؐ اپنے خون کے پیاسوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: اذھبوا انتم الطلقاء

آج جب دنیا کی اکثریت سرمایہ داری کے مہلک مفاسد میں مبتلا ہے۔ کیا اس نظام اسلام کی ضرورت نہیں ہے جس نے سود خوری اور ذخیرہ اندوزی کو حرام کر دیا ہے۔ ان دونوں پر اس وقت سرمایہ داری کا دار و مدار تھا۔

آج جب کہ اشتراکیت کی وجہ سے مادیت و الحاد نے سارے عالم میں اپنا اثر قائم کر لیا ہے۔ روحانیت اسلام کا پیغام سننے کے لیے گوش بر آواز ہے۔ وہ نظام اسلام جو روحانیت کے چشموں کو خشک کیے بغیر جماعت کے ان تمام اقتصادی ضروریات کی کفالت کر لیتا ہے جس کے لیے نظامِ اشتراکیت کو اختراع کیا گیا ہے۔

آج جب کہ دنیا خوفناک عالم گیر آتش جنگ سے سہمی ہوئی کھڑی ہے امن و سلامتی برقرار رکھنے کے لیے ضرورت ہے کہ مسلمان اسلام کی آواز واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا پر سمٹ کر ایک جھنڈے کے نیچے آجائیں۔ اس تیسری قوت کے وجود میں آجانے کے بعد امریکہ اور روس کے درمیان تصادم کا امکان کم ہو جائے گا۔ یہ خیالِ خام ہے کہ دنیا کو اب اسلام کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ بشریت اپنے حال و مستقبل میں اسلام کی اسی طرح محتاج ہے۔ جس طرح ماضی میں تھی۔

امامیہ مشن پاکستان

کی توسیع رکنیت میں حصّہ لے کر نصرت آلِ محمدؐ کا مقدّس فرض ادا کیجئے یقیناً اس کا اجر آپ کو بارگاہ احدیت سے ملے گا۔

(جنرل سیکریٹری)

(تعلیمی پریس لاہور)